

جناب بشیر محمود اختر صاحب

ایک فرانسیسی سائنس دان کی مفکرانہ تصنیف

بائبل، قرآن اور سائنس

بائبل قرآن اور سائنس ایک فرانسیسی سائنس دان اور سرجن ڈاکٹر مورلیس بوکائے کی مفکرانہ تصنیف کا نام ہے۔ اس کا پہلا فرانسیسی ایڈیشن قریباً چھ سال قبل پیرس میں طبع ہوا تھا۔ بعد میں انگریزی اور عربی ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس وقت اس کا انگریزی ایڈیشن ہمارے پیش نظر ہے۔ جو اڑھائی سو سے زائد صفحات پر پھیلا ہوا ہے اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اپنی تحقیقات کے لئے خالص سائنسی اور معروضی انداز اختیار کیا ہے۔ اور ہر جگہ یہی کوشش کی ہے کہ ذاتی عقائد اور جذبات سے علیحدہ رہ کر علمی اور منطقی معیار قائم رکھا جائے۔ چنانچہ ان کی یہ کوشش نہایت کامیاب رہی۔ اور انہوں نے اپنی تحقیقات کے آخر تک یہی معیار اور اسلوب قائم رکھا۔

ڈاکٹر بوکائے ایک عیسائی فاضل ہیں۔ انہوں نے اپنے مطالعہ کے دوران قرآن حکیم کے تراجم سے بھی استفادہ کیا۔ لیکن مختلف تراجم کے مطالعہ اور موازنے سے ان پر یہ بات منکشف ہوئی کہ اکثر تراجم نہایت ناقص تھے۔ اور اصل معانی واضح نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے ایک اور مقالے بعنوان "قرآن حکیم کے ناقص تراجم" میں بتاتے ہیں کہ ان تراجم میں مطالب کو مستور و ملفوف کر دینے کی کوشش کو میں بھانپ گیا اور یہ جان گیا کہ بعض جگہوں پر تو محض ازراہ عناد جان بوجہ کہ معانی بدل کر رکھ دئے گئے ہیں۔ تاکہ عبارات کو اپنے نقطہ نظر کے مطابق ڈھالا جاسکے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ڈاکٹر بوکائے نے عربی زبان سیکھی تاکہ قرآن حکیم کا براہ راست مطالعہ کیا جاسکے۔ اصل عبارات اور مفہام پر غور و فکر کی راہ باز ہو سکے۔

Inexact Translations of Holy Quran: article by
Dr. Maurice Bucaille, "The Islamic Order," Karachi Vol. 2,
Page 38-39.

مذہبی کتابوں کا مطالعہ اس انداز سے کرنا کہ تعصب و عناد براہ نہ پاسکیں۔ نہایت دشوار مرحلہ ہوتا ہے پھر اپنی تحقیقات کو سیدھے الفاظ میں بلا کم و کاست بیان کر دینا، تلاش حق اور اظہار حق کی ایک واضح دلیل ہے۔ عموماً ہوتا ہے کہ بڑے بڑے نام نہاد مستشرقین جو اسلام اور قرآن کے مستند سکالر کہلاتے ہیں۔ تعصب اور جذبات سے بالاتر ہو کر حق و صداقت کے اعلان اور اظہار سے عاجز ہی رہتے ہیں۔ ڈاکٹر بوکائے ایک پتے سائنس دان اور سکالر کی حیثیت سے اعلیٰ حق کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ انہیں دراصل ایسی شہادتیں اور بنیادیں فراہم ہو گئیں کہ وہ ان کے بر ملا اظہار کے بغیر نہ رہ سکے۔

ڈاکٹر بوکائے نے اپنی کتاب کو چار ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ عہد نامہ قدیم - ۲۔ اناجیل - ۳۔ قرآن مجید اور جدید سائنس - ۴۔ قرآن مجید اور بائبل کے واقعات پھر ایک مختصر سا باب "قرآن، احادیث اور جدید سائنس کے عنوان سے ہے۔ آخر میں اس تحقیق و مطالعہ کے عمومی نتائج پیش کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے بائبل کو سمجھتے۔ بائبل کے بارے میں ڈاکٹر بوکائے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ زبانی روایات کے طور پر نسلاً بعد نسل سنائی جاتی رہی۔ اس طرح کلام الہی میں بہت سا انسانی کلام بھی شامل ہوتا چلا گیا۔ اور اصل میں نقل کی آمیزش ہوتی چلی گئی۔ بائبل کی مختلف کتابیں مختلف زمانوں میں لکھی گئیں۔ اندازہ یہ لگایا گیا ہے کہ بائبل کی کتابیں دسویں صدی اور پہلی صدی قبل مسیح کے دوران میں تحریر کی گئیں۔ انہیں مکمل کیا گیا اور ان پر نظر ثانی کی گئی۔ گویا بائبل ان ادبی تحریروں کا مجموعہ ہے جو کم و بیش نو صدیوں کے عرصہ میں مرتب کی گئیں۔ پھر وقتاً فوقتاً ان میں رد و بدل بھی کیا جاتا رہا۔ انسانی ذہن اور قلم کی کار فرمائیاں جگہ جگہ دیکھی جاسکتی ہیں۔

دوسری ویٹیکن کونسل ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۵ء نے یہ بات تسلیم کر لی تھی کہ عہد نامہ قدیم کی کتابوں میں ایسا مواد موجود ہے جو اب ناقص اور فرسودہ معلوم ہوتا ہے۔ اس عہد نامے کے مطالعہ سے ڈاکٹر بوکائے نے جو عمومی تاثرات مرتب کئے ہیں انہیں ہم سمیٹ کر یوں بیان کر سکتے ہیں۔

۱۔ عہد نامہ قدیم تمام و کمال الہامی کلام نہیں ہے۔

۲۔ اس میں بہت سا انسانی کلام شامل ہے۔

۳۔ اس میں متعدد تضادات اور بعید از قیاس بیانات موجود ہیں

۴۔ اس کا متن حرف بہ حرف قابل قبول نہیں ٹھہرتا

۵۔ جدید سائنسی معلومات اور انکشافات بائبل کے بیانات کی تصدیق تو ثبوت نہیں کرتے۔

ڈاکٹر بوکائے نے بے شمار مثالوں اور حوالوں سے اپنے بیانات کو ثابت کرنے کی سعی بلیغ کی ہے مثلاً وہ

بتائے ہیں کہ عہد نامہ قدیم کی کتاب پیدائش میں دنیا کی تخلیق اور زمین پر انسان کے ظہور اور انساب سے متعلق جو اعداد و شمار دیے گئے ہیں وہ جدید سائنسی معلومات کے مسئلہ حقائق سے بالکل مطابقت نہیں رکھتے۔ اس لئے انہیں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

اسی طرح کتاب پیدائش کے چھٹے ساتویں اور آٹھویں ابواب میں طوفان نوح کا ذکر کیا گیا ہے۔ کل بنی نوع انسان اس طوفان کی زد میں تھا۔ یہ طوفان اس قدر عالم گیر تھا کہ تمام ذی روح مخلوق فنا ہو گئی۔ اس کے قریباً تین سو سال بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تو انہیں ایک نسل دکھائی دی جو مختلف اقوام میں منقسم تھی۔ کیا ممکن ہے کہ اتنی قلیل مدت میں ایک نسل اس قدر پھیل جائے کہ وہ مختلف اقوام میں تقسیم ہو جائے؟ پھر جدید تاریخی معلومات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ اس وقت تہذیب و تمدن دنیا کے کئی حصوں میں پھیل چکا تھا۔ چنانچہ اس کی باقیات محفوظ رہ گئی ہیں۔ مصری اور بابلی تہذیبوں کے تاریخی مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ان تہذیبوں میں کوئی انقطاع واقع نہیں ہوا۔ لہذا ایسی کوئی تباہی رونما نہیں ہو سکتی تھی جو جملہ بنی نوع انسان کو مٹا دیتے یا متغیر کر دیتی۔ چنانچہ تاریخی اعتبار سے یہ ماننا پڑے گا کہ طوفان کا ذکر جس طرح بائبل میں ہوا ہے وہ جدید انکشافات اور سائنسی حقائق سے بالکل متناقض ہے۔

عہد نامہ قدیم کے بعد عہد نامہ جدید دینی اناجیل اور دوسری کتابوں کا مجموعہ (کامبر آتھس)۔ عہد نامہ جدید مطبوعہ پیرس ۱۹۶۷ء اور ترجمہ بائبل، اور ترجمہ بائبل، عہد نامہ جدید مطبوعہ پیرس ۱۹۷۲ء کے مرتبین اس معاملے میں متفق رہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں کی زبانی مواعظ سن کر اور ان سے متاثر ہو کر مختلف لوگوں نے انہیں اپنے اپنے فہم اور مزاج کے مطابق الگ الگ انجیل کی صورت میں رقم کیا۔ انہوں نے تبلیغ و مواعظ اور عبادت کی ضرورت کے لئے حیات عیسیٰؑ کی روایات قلم بند کرنا شروع کی تھیں۔ سیرت اور سوانح نگاری کا مقصد ان کے پیش نظر نہ تھا۔ اکثر بوکانے کے بقول اناجیل کا موازنہ بڑی حد تک احادیث سے کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جس طرح احادیث کے مجموعہ رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد کئی برس بعد مرتب ہوئے۔ اسی طرح اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کئی برس بعد لکھی گئیں۔ البتہ یہ موضوع بالکل مختلف ہے۔ کہ احادیث کے حصول و قبول اور اندراج میں جو احتیاط ملحوظ رکھی گئی اور جو معیار قائم کیا گیا اس کا عشر عشر بھی انجیل کے واقعات کی فراہمی اور تحریر میں نہیں ملتا۔

The Ecumenical Translation of the Bible, New Testament, Paris, 1972.

ڈاکٹر بوکائے اپنی کتاب کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں کہ اناجیل کی ایک بڑی تعداد میں سے صرف چار منتخب کی گئیں حالانکہ ان میں باہم کئی اختلافات اور تضادات موجود ہیں۔ ان چار انجیلوں کے علاوہ باقیوں کو چھپا دینے کا حکم دیا گیا تھا اسی لئے ان کے لئے

”چھپایا گیا“ کے ہیں۔ غیر مستحکم یا غیر قانونی کا مفہوم اسے بعد میں دیا گیا ہے۔

عیسائیت میں تو ایسا کوئی متن موجود نہیں جو الہامی بھی ہو اور اسے ضبط تحریر میں بھی لایا گیا ہو۔ البتہ اسلام میں قرآن مجید اس معیار پر پورا اترتا ہے۔

اناجیل اربعہ میں ۷۰ سے لے کر ۱۱۰ عیسوی سے کچھ پہلے تک کے عرصے میں لکھی گئیں۔ انہیں اولین مسیحی تحریریں نہیں کہہ سکتے کیونکہ ان سے بہت پہلے سینٹ پال کے مکتوبات معرض تحریر میں آچکے تھے۔ مثلاً ایک اندازے کے مطابق نفیسالائیوں کے نام پال کا خط سن ۵۰ میں لکھا گیا تھا۔

اناجیل اس دور کی تحریریں ہیں جس دور میں ایک طرف پال اور اس کے متبعین اور دوسری طرف حضرت عیسیٰؑ کے حوالہ اور ان کے شاگردوں کے درمیان شدید کشمکش جاری تھی۔ چنانچہ جب پال کے متبعین فتح یابی کی طرف بڑھ رہے تھے تو دوسری طرف لاتعداد تحریروں میں سے یہی چار اناجیل چن لی گئیں۔ اور باقی رد کر دی گئیں۔ اناجیل کے مطالعے سے ڈاکٹر بوکائے نے جو نتائج اخذ کئے ہیں، انہیں خلاصہ یوں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ انجیل پڑھنے والے کو کسی طرح اس بات کا یقین نہیں آتا کہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے فرمودات کا مطالعہ کر رہا ہے۔

۲۔ اناجیل کی تحریر سے پہلے پال کے خطوط رواج پاچکے تھے۔

۳۔ ۴۰ء سے قبل ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ اناجیل کے کسی مجموعے کا کوئی نسخہ موجود تھا۔ یہ تو ۱۶۰ء کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ چار انجیلوں نے شرعی حیثیت حاصل کر لی ہے۔

۴۔ کلیسا نے کم و بیش ایک سو انجیلوں کو دبا دیا۔ صرف چار کو باقی رہنے دیا اور انہیں مصدقہ قرار دیا۔

۵۔ اناجیل میں بہت سا مواد ایسا شامل ہے جسے انسانی فکر کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ لہذا ان کی الہامی حیثیت شکوک ٹھہرتی ہے۔

۶۔ خود ان اناجیل اربعہ میں باہم اختلافات اور تضادات موجود ہیں۔

۷۔ کئی واقعات کا بیان ان اناجیل میں مختلف طریقوں سے ہوا ہے۔ مثلاً متی اور لوقا کی انجیلوں میں حضرت

عیسیٰؑ کے نسب نامے بھی شامل ہیں۔ یہ دونوں نسب نامے بھی باہم مختلف ہیں اور ہنوز موضوع بحث ہیں

اس سلسلے میں یہ بات قطعاً طور پر تسلیم کرنی پڑے گی۔ کہ پوری نسب ناموں کی حضرت عیسیٰؑ سے قطعاً کوئی مناسبت

نہیں۔ اگر کوئی شخص حضرت مریمؑ کے اکلوتے بیٹے کا نسب نامہ بیان کرتا ہے جو کہ صلیبی باپ کے بغیر پیدا ہوا تھا۔

تجربہ نسب نامہ حضرت عیسیٰ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم کا نسب نامہ ہی ہونا چاہیے۔
 اسی طرح یوحنا کی انجیل اور باقی تین انجیلوں کے درمیان بڑے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بالخصوص یہ حقیقت
 بھی سامنے آتی ہے کہ اس انجیل میں عیسیٰ کے ربانی کی رسم کا تذکرہ ہی نہیں ہے جسے دوسری انجیل میں بڑا اہم مقام حاصل ہے۔
 انجیل میں بہت سی غیر امکاں باتیں بھی درج ہیں۔ جدید سائنسی اور علمی معلومات کے ساتھ تراکیبات اس
 حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ انجیل میں ایسے اجزاء شامل ہیں جو انسانی تخیل ہی کی پیداوار ہو سکتے ہیں۔

ان مذہبی صحیفوں کے برعکس قرآن حکیم کی حیثیت بالکل مختلف اور منفرد ہے۔ قرآنی آیات کا نزول، ان کی تحریر اور حفظ
 کے بارے میں حقائق ایسے اظہارِ شمس ہیں کہ صحائف سابقہ پر عائد کردہ اعتراضات میں سے کوئی بھی قرآن حکیم پر
 وارد نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر بوکاسے یہ بات واضح کرتے ہیں کہ قرآن حکیم کی کسی ایک آیت پر بھی شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ اصل
 نہیں۔ کیونکہ وہی ہر تے ہی آیات قرآنی کو حفظ کر لیا جاتا تھا۔ اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات طیبہ ہی میں قرآن ضبط
 تحریر میں آیا جا چکا تھا۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم کی طرٹ سے اس کی آیات کی استناد کا کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اس
 میں درج کوئی بیان بھی ایسا نہیں جس پر جدید سائنس نقطہ نظر سے حرف گیری کی جاسکے۔ بلکہ قرآنی مندرجات اور
 جدید سائنسی معلومات میں مکمل توافق ہے۔ قرآن حکیم سائنسی علوم اور تجربات و انکشافات سے متصادم نہیں۔ ایجاب
 اور وسائے کی ترقی قرآنی اصولوں اور حکموں کے خلاف نہیں۔ بلکہ قرآنی تعلیمات سائنسی اور علمی انداز فکر میں مدد و معاون
 ثابت ہوتی ہیں۔ یہاں یہ بتا دینا بھی حقیقت کے عین مطابق ہے کہ موجودہ سائنسی ترقی نے بھی کئی آیات قرآنی کا
 صحیح مفہوم سمجھنے کے قابل بنایا ہے۔

ڈاکٹر بوکاسے اپنے ایک اور مقالے "قرآن اور جدید سائنس" میں لکھتے ہیں کہ میں نے اپنی تحقیق کے دوران میں کئی طور پر
 معروضی رہنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے اظہار ہے کہ میں مطالعہ قرآن کو اسی انداز و معروضیت سے پرکھنے میں کامیاب رہا ہوں جو
 انداز ایک مریض کا معائنہ کرنے میں ڈاکٹر اختیار کرتا ہے۔ اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ ابتداء میں میری مبنائی اسلام پر اعتقاد
 نے ہرگز نہیں کی بلکہ محض تلاش حقیقت میں میری رہنما اور رہبر ثابت ہوئی۔ اپنے مطالعہ کے اختتام تک پہنچتے پہنچتے
 یہ حقیقت مجھ پر منکشف ہو چکی تھی کہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو ابہام کے ذریعے ایک پیغمبر پر نازل ہوئی۔
 چنانچہ قرآن حکیم کے مطالعہ و تحقیق کا خلاصہ ڈاکٹر بوکاسے ہی کے الفاظ میں ان نکات کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے
 قرآن حکیم کے بیانات موجودہ سائنسی معلومات اور انکشافات سے پوری طرح مطابقت رکھتے ہیں۔

The Quran and Modern Science: Dr. Maurice
 Bucaille, Ashraf Publications, Karachi

۲۔ سائنسی موضوعات مثلاً تخلیق کائنات، فلکیات، عالم حیوانات، نباتات وغیرہ کثیر تعداد میں قرآن حکیم میں موجود ہیں اور سائنسی نقطہ نظر سے ان میں کوئی کجی یا کمی محسوس نہیں ہوتی۔ جب کہ بائبل میں بڑے بڑے تضامانات موجود ہیں۔

۳۔ قرآن حکیم اگر کسی بشر کا کلام ہوتا تو ساتویں صدی عیسوی میں وہ ایسے حقائق کس طرح بیان کرتا جو صدیوں بعد منکشف ہونے والے تھے اور جو آج کے جدید سائنسی علوم کے عین مطابق ہیں۔ یہ بات بطور خاص نوٹ کرنے کی ہے کہ مثبت سائنسی حقائق جن کی یا تو قرآن میں نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ انہیں صاف صاف بیان کیا گیا ہے۔ موجودہ دور ہی میں مسلم حیثیت حاصل کر سکے ہیں۔

۴۔ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تو حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ پر ایمان والے اسے حفظ کرتے جلتے تھے اور کاتبوں نے اسے لکھنا بھی شروع کر دیا تھا۔ اس طرح قرآن کا آغاز صحت و صداقت کے ان دو عناصر سے ہوا جو کسی دوسرے صحیفے کو حاصل نہیں ہو سکے۔

۵۔ وہ تصورات اور نظریات جو نزول قرآن کے وقت رائج اور مشہور تھے۔ قرآن میں درج نہیں ہوئے۔ کائنات زمین، سمندر، چاند، حیوانات اور نباتات کے علوم جول جول ترقی کرتے گئے اور جدید زمانے میں جو انکشافات ہوئے ہیں ان سے کسی ایسے حقائق اور تصورات سامنے آئے ہیں جنہیں قرآن حکیم نے بیان کیا ہے اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جدید سائنسی ترقی نے ہمیں کسی آیات قرآنی کی تفہیم کے قابل بنایا ہے۔

۶۔ قرآن کریم پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں بہت سا مواد بائبل سے منقول ہے۔ صورت حال دراصل کچھ یوں ہے کہ جب بائبل اور قرآن کے مشترک مضامین کی تفصیل کا موازنہ کیا جاتا ہے اور ان دونوں صحیفوں کے بیانات و اندراجات پر آج کی علمی اور سائنسی تحقیقات کی روشنی میں تنقید کی جاتی ہے تو ثابت یہ ہوتا ہے کہ قرآنی اندراجات میں سائنسی اعتبار سے کوئی سقم نہیں۔ اس کے برعکس بائبل کے بیانات اس تنقیدی معیار پر پورے نہیں اترتے۔ سوا یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآنی آیات کو درج کراتے ہوئے حضور اکرم علیہ السلام و الصلوٰۃ کو کس شخص یا کس قوت نے بعض بیانات نقل کرنے سے باز رکھا اور صرف ان صحیح باتوں کو شامل کتاب کرنے پر اکتسایا جن کی بدولت قرآن کا متن تنقید سے بالاتر ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر بوکائی نے اپنی کتاب کا اختتام ان فقرات پر کیا ہے جو گویا ان کی ساری تحقیق اور پوری کتاب کا چمکڑاؤ ہے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کی علمی سطح کے پیش نظر یہ بات ناقابل تصور معلوم ہوتی ہے کہ سائنس کے متعلق قرآن کے بیانات کسی بشر کی اختراع ہو سکتے ہیں۔ لہذا قرآن کو نہ صرف وحی آسمانی تسلیم کرنا بالکل درست اور روا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اسے دوسری سبب کتابوں کے مقابلے

میں ایک بالکل خصوصی مقام دیا جائے۔ ایک تو اس استناد کے سبب جو اس سے فراہم ہوتی ہے اور دوسرے اس لئے کہ اس میں موجود سائنسی اور علمی بیانات جب آج کے دور میں پڑھے جاتے ہیں تو انسانی فہم کے مطابق ان کی تفسیرات کے لئے ایک چیلنج بن کر سامنے آتے ہیں۔

ڈاکٹر بوکائے یہیں بتاتے ہیں کہ مغرب میں اسلام کے بارے میں انتہائی غلط بیانات پیش کئے جاتے ہیں بعض اوقات تو وہ محض نادانانہ تصورات کا نتیجہ ہوتے ہیں اور بعض اوقات باقاعدہ دانش منہ طور پر بدنام کرنے کی غرض سے۔ اب نووٹیکین کی ایک دستاویزیس یہ بات واضح طور پر تسلیم کر لی گئی ہے۔ کہ ماضی میں مسلمانوں کے ساتھ ناانصافی کی جاتی رہی ہے اور ہمیں اپنے قصور کا اعتراف کر لینا چاہئے۔ اب ہمیں اپنے رویے پر نظر ثانی اور اپنے طرز عمل میں بڑی تہذیب کی ضرورت ہوگی۔

ڈاکٹر بوکائے کی یہ تصنیف بلاسقبہ بڑی فکر افزہ اور توجہ طلب ہے۔ پھر خالص سائنسی اور معروضی طریق عمل بہت اثر انگیز اور لائق صد تحسین ٹھہرتا ہے۔ اصحاب فکر و دانش سے بجا طور پر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ ڈاکٹر بوکائے کی تحقیقات کے نتائج پر کھلے دل سے غور فرمائیں گے اور اس طرح حقائق کی روشنی سے بصیرت حاصل کر سکیں گے۔ اس معرکہ الآراء تصنیف کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر پروفیسر حسین کاظمی صاحب نے اس کے مندرجات کو اردو قارئین کی خاطر اپنی زبان میں منتقل کرنا شروع کیا تھا۔ وہ روزنامہ جنگ میں ستمبر ۱۹۷۹ء سے مارچ ۱۹۸۰ء تک قسط وار مضامین لکھتے رہے۔ یہ مضامین مذکورہ کتاب کے مختلف ابواب کی تشریح و توضیح لئے ہوتے تھے۔ ان کا ترجمہ نہیں ہونا تھا بلکہ ترجمانی کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہیں محض خلاصہ یا تبصرہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کاظمی صاحب نے بڑی رواں اور دلچسپ تحریر میں اس کتاب کے مندرجات کو سمیٹ لیا۔ وہ دراصل ڈاکٹر بوکائے کے عالمانہ اور غیر جانب دارانہ انداز سے متاثر ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے اس کی ترجمانی کا بیڑا اٹھایا۔ اور بڑی کامیابی سے یہ فریضہ سرانجام دیا۔

وہ خود بتاتے ہیں کہ حصول علم اور تحقیق تجسس میں اگر انسان مصطفیٰ اور دیانت دارانہ اور غیر جانب دارانہ رویہ پیش نظر رکھے۔ تو اس کے نتائج بڑے تعمیری اور فکری اعتبار سے بڑے انقلاب آفریں ہوتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ کوئی تصور، کوئی عقیدہ یا کوئی خیال محض اس لئے "سچا" نہیں ہوتا کہ ہم اور ہمارے بزرگ اسے سچا سمجھتے چلے آئے ہیں۔ بلکہ حق اور سچائی کی اصل پہچان یہ ہے کہ انسانی علم اور عقل کسی دور میں بھی اس تصور عقیدے یا خیال کی تردید نہ کر سکے۔ بلکہ علمی اور فکری ارتقاء کے ساتھ ساتھ اس کی تصدیق ہوتی چلی جائے۔

ڈاکٹر بوکائے نے اپنی تصنیف میں یہی ذہنی اور فکری روش برقرار رکھی ہے اور اسی بنا پر وہ اللہ کی محفوظ ہدایت کی علمی تصدیق کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ کاظمی صاحب کی یہ تحریریں اب کتابی شکل میں "راہ اور روشنی" لے

